ابو معاویہ فقیر اللہ رحمانی

مولوی نعیم اللہ صاحب رحمۃ علیہ

مولوی نعیم اللہ صاحب رحمہ اللہ بستی مولویاں (رحیم یارخان) سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ چوبان برادری کے ایک متمول اور خوشحال گھرانے میں ۲۲ ذیقعدہ ۱۳۲۵ھ مطابق ۸، اکتوبر ۱۹۴۶ء کو پیدا ہوئے والد صاحب کا نام مولوی عطاء اللہ تھا۔ مدرسہ شمس العلوم بستی مولویاں میں حافظ کریم بخش لغاری سے قرآن کریم پڑھا۔ ابتدائی فارسی مولوی عبدالکریم صاحب علی پوری سے، صَرف مولانا محمد عیسیٰ سے، اور نحو مولانا عزیزاللہ سے پڑھی۔ بعض کتب مولانا محمد امین اللہ سے پڑھیں اور حدیث استاذ العلماء مولانا محمد عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھی۔

۱۹۶۳ء میں مولانا محمد عیسیٰ، مولانا محمد امین اور مولانا عبدالحق بوجوہ مدرسہ شمس العلوم سے علیحدہ ہو گئے مولوی نعیم اللہ طالب علم تھے اور اپنے اساتذہ کے ساتھ ہی مدرسہ چھوڑ گئے۔ آپ نے مدرسہ کنزالعلوم کا نام تجویز کیا اور اپنے استاد مولانا محمد عیسیٰ سے اس کی بنیاد رکھوائی۔ مولوی نعیم اللہ چونکہ زمیندار تھے اللہ نے سب کچھ دیا تھا۔ مدرسہ کے ابتدائی اخراجات خود برداشت کئے پھر اپنے استاذ مولانا عبدالحق کو بھی تدریس کے لئے یہاں لے آئے۔

جانشین امیر شریعت حضرت مولانا سید ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ ۱۹۶۵ء میں مولانا قاضی عبدالجلیل مہتمم جامعہ قادریہ کی دعوت پر رحیم یارخان تشریف لائے اور غلہ منڈی کی جامع مسجد سے متصل گراؤنڈ میں آپکا سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موضوع پر چھ گھنٹے مفصل و بصیرت افروز خطاب ہوا۔ اس اجتماع میں بھی آپ شریک تھے اور یہ خطاب آپ نے ریکارڈ بھی کیا تھا، صد افسوس کہ یہ کیسٹ ضائع ہو گئی۔ ابناء امیر شریعت جب بھی رحیم یارخان خطاب کی غرض سے تشریف لاتے تو آپ نہ صرف اس جلسہ میں شریک ہوتے بلکہ اپنی بستی میں اعلان کراتے کہ جس نے حضرت شاہ صاحب کا خطاب سننے کے لئے رحیم یار خان جانا ہو تو سواری کا بندوبست موجود ہے یہ خبر سن کر تمام خاص وعام جمع ہو جاتے اور آپ ٹریکٹر ٹرالی تیار کرا کر سب کو اپنی قیادت میں جلسہ میں لے جاتے۔

غالباً ۱۹۶۸ء میں جانشین امیر شریعت حضرت مولانا سید ابو معاویہ ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا بستی مولویاں میں ورود ہوا تو بس سٹاپ شاہی چوبان پر آپ کا والہانہ استقبال کیا گیا تھا اور پھر وہاں سے بستی مولویاں تک حضرت شاہ صاحب کو جلوس اور نعروں کی گونج میں لایا گیا تو مولوی نعیم اللہ صاحب بھی قافلہ میں نہ صرف شریک تھے بلکہ اپنے چچا مولوی قمر الدین مرحوم کے شانہ بشانہ انتظامی امور میں بھی شریک تھے۔

مدرسہ کنزالعلوم میں دورانِ تعلیم "انجمن حسینی" کے نام سے ایک تنظیم بنائی جس کے تحت ہفتہ وار تقاریر کا پروگرام ہوتا اور شب جمعہ مختلف دیہات میں یا اپنی بستی کی مختلف مساجد میں تقاریر ہوتیں۔ ہر جمعرات کو اسباق سے فارغ ہوتے تو سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے ایصال ثواب کے لئے لنگر حسینی پکتا اور مدرسہ کے طلباء میں لنگر تقسیم کیا جاتا۔ اس لنگر میں باہر سے بھی مہمان مدعو کئے جاتے۔ ممبران انجمن حسینی کو "قلندر حسینی" کے نام سے پکارا جاتا۔ اس انجمن حسینی کا باقاعدہ انتخاب ہوا جس کے امیر مولانا نعیم اللہ صاحب ناظم، راقم الحروف اور ناظم نشریات مولوی محمد زاہد صاحب کو منتخب کیا گیا۔ قاری خدا بخش صاحب کو شعبہ تبلیغ سونپا گیا اور انہیں "ذاکر

حسینی" کے نام سے یاد کیا جانے لگا۔ انہی ایام میں قاری حافظ خدا بخش صاحب کے ہاں اللہ تعالیٰ نے فرزند عطاء کیا تو انجمن کا اجلاس ہوا اور اس نومولود بچہ کا نام مولانا نعیم اللہ صاحب نے "حسین" رکھا لنگر حسینی تیار ہوا مقامی و بیرونی حضرات مدعو کئے گئے اور خوشی کی اس تقریب میں سب شامل ہوئے۔

انجمن حسینی کی بڑھتی ہوئی مقبولیت اور علاقہ بھر میں اس کی پذیرائی کو دیکھ کر تنگ نظر حاسدین نے اس نام کو آڑ بنا کر پروپیگنڈا شروع کردیا کہ یہ گروپ شیعہ ہوگیا ہے۔ کئی علماء حضرات نے استفسار کیا جب انہیں وضاحت سے بتایا گیا تو انہوں نے کہا کہ نام کوئی اور تجویز کرلو اس نام سے شیعت کی بو آتی ہے یعنی حضرت حسین کا نام صرف اہل تشیع کے لئے خاص ہے۔ لیکن ہم نے یہ نام تبدیل نہ کیا۔ ۱۹۶۹ء میں ابن امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء المحسن بخاری مدظلہ بستی مولویاں میں تشریف لائے آپکا قیام فدائے احرار مولوی قمر الدین صاحب مرحوم کے ڈیرے پر تھا ہم سب حضرت شاہ صاحب سے ملنے گئے تو چچا مولوی قمر الدین صاحب نے ہمارا تعارف "انجمن حسینی" کی نسبت سے کرایا۔ حضرت شاہ صاحب سے یہ ہماری دوسری ملاقات تھی، شاہ صاحب نے بڑی فراخدلی سے ہمیں گلے لگایا کچھ دیر بیٹھے، گفتگو ہوئی، ہم نے حضرت شاہ صاحب کو انجمن حسینی کے دفتر آنے کی دعوت دی جسے آپ نے بخوشی قبول فرمایا دوسرے دن حضرت شاہ صاحب کو انجمن کے دفتر لے جایا گیا۔ آپ نے ہمارے پروگرام کو پسند کیا اور دفتر میں تاثراتی کتاب پر اپنی رائے بھی تحریر فرمائی۔

حضرت شاہ صاحب نے مولوی نعیم اللہ صاحب کی خداداد صلاحیتوں کو بھانپ کر انہیں مجلس احرار اسلام میں شمولیت اور جانشین امیر شریعت کی قیادت میں کام کرنے کی دعوت دی تو انہوں نے سوچنے اور باقی ممبران سے مشورہ کرنے کی مہلت طلب کی انجمن کا اجلاس طلب کیا جو آخری اجلاس ثابت ہوا۔ اس اجلاس میں استاد محترم مولانا عبدالحق صاحب مرحوم و مغفور بھی تشریف فرما تھے۔ انہی کے مشورہ سے انجمن حسینی کو ختم کر کے مولوی نعیم اللہ صاحب مع اپنے رفقاء مجلس احرار اسلام کا فارم پر کر کے باقاعدہ جماعت میں شامل ہوگئے۔

۲۸ مارچ ۱۹۶۹ء کو مجلس احرار اسلام بستی مولویاں کے نئے انتخاب عمل میں آئے تو آپکو مقامی جماعت کا ناظم و خازن منتخب کیا گیا۔ اپنے استاد مولانا عبدالحق رحمہ اللہ اور چچا مولوی قمرالدین رحمہ اللہ کے ہمراہ جماعتی سرگرمیوں میں حصہ لیا انہی ایام میں فتح پور پنجابیاں میں مجلس احرار اسلام کا ایک عظیم الشان جلسہ کرایا اس جلسہ کے روح رواں تو فدائے احرار مولوی قمر الدین صاحب مرحوم و مولانا عبدالحق صاحب مرحوم تھے لیکن آپ کی بھاگ دوڑ بھی کم نہ تھی۔

۱۹۶۹ء کے آخر اور ۱۹۷۰ء کے اوائل میں اپنے والد بزرگوار کی موجودگی میں اپنے ڈیرے پر مجلس احرار اسلام کا عظیم الشان جلسہ کرایا اور ہزاروں افراد کے کھانے کا انتظام بشکل خیرات کیا۔ اس جلسہ میں جانشین امیر شریعت حضرت مولانا سید ابو معاویہ ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور ابن امیر شریعت مولانا سید عطاء المحسن بخاری مدظلہ نے خطاب کیا۔ اب تک خیرات و جلسہ کا یہ سلسلہ جاری ہے جس کا انتظام و انصرام آپ خود کیا کرتے تھے۔

مولوی نعیم اللہ، مولانا عبدالحق صاحب (رحمہ اللہ) کے خاص شاگردوں میں سے تھے۔ مولانا کو بھی اپنے اس شاگرد سے بہت محبت تھی استاذ گرامی مدرسہ کے اوقات کے علاوہ رات کے آخری حصہ میں انہیں اپنے گھر پر سبق

پڑھاتے۔ چونکہ ہم سب کی حویلی ایک ہی ہوا کرتی تھی اس لئے رات کو یہ سبق با آسانی سنتے رہتے۔ فجر کی اذان ہوتی تو استاد شاگرد سبق پڑھ کر فارغ ہو رہے ہوتے۔ یہ سلسلہ کافی عرصہ تک رہا۔

مولوی نعیم اللہ صاحب کے والد کے انتقال کے وقت موصوف مدرسہ بدر العلوم رحیم یارخان میں موقوف علیہ پڑھ رہے تھے آپ کے والد علاقہ کے ہیچ تھے۔ ان کے انتقال کے بعد یہ سب بوجھ آپ کے کندھوں پر آن پڑا تعلیم چھوڑنا پڑی اور گھر پر آ گئے۔ اس وقت آپ کے چچا بھی حیات تھے لیکن یہ کام آپ کو اپنے والد صاحب سے ورثے میں ملا تھا قوم کی نگاہ بھی آپ پر مرکوز تھی آہستہ آہستہ تجربہ بھی ہوتا گیا آخر قوم و برادری کے فیصلے حتیٰ کہ قتل کے کیس بھی آپ کے ہاں آنے لگے اور ہر ایک فیصلہ کو خوش اسلوبی سے سنایا اور علاقہ بھر میں مرجع خلائق ہو گئے۔

فہم، بردباری، حلم، تدبر، غیرت و جرأت آپ کو ورثے میں ملی تھی۔ علمی شغل و مطالعہ کا ذوق آپکو مولانا عبدالحق صاحب سے ملا جو آخر دم تک قائم رہا۔

لوگوں کے مسائل کے حل کے لئے آپ کو تھانہ کچہری بھی جانا پڑتا لیکن آپ اس سے گریز بھی بہت کرتے۔ صدر ضیاء الحق کے دور ۱۹۷۹ء میں آپ کو عشر و زکواۃ کمیٹی تحصیل رحیم یار خان کا چیئرمین نامزد کیا گیا آپ نے بطریق احسن اس ذمہ داری کو نبھایا تحصیل بھر کے دورے کئے نادار اور غریب عوام میں اپنی نگرانی میں رقم تقسیم کراتے۔

۱۹۸۳ء میں آپ نے چیئرمینی کے عہدہ کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ حکام بالا نے آپ سے اپنا متبادل مانگا تو آپ نے حاجی عبدالعزیز چوہان (آف ٹب چوہان) کا نام پیش کیا جنہیں آپ کی جگہ تحصیل رحیم یارخان کا چیئرمین بنا دیا گیا۔ آپ کو ضلع رحیم یار خان کی چیئرمینی کی پیش کش بھی کی گئی۔ لیکن آپ نے اسے قبول نہ کیا اور صرف رحیم یارخان کی عشر زکوٰۃ کمیٹی کے ممبر ہی رہے نام و نمود و عہدہ کو پسند نہ کرتے۔

آپ کے ڈیرے پر ہمہ اوقات لوگوں کا اکٹھ رہتا اور کوئی نہ کوئی فیصلہ ہو رہا ہوتا دستر خوان وسیع تھا۔ ہر آنے والے کی ضیافت ہوتی۔ مقیم و غیر مقیم کوئی بھی ہو دستر خوان پر بٹھا دیا جاتا۔ آپ فرشی نشست کو زیادہ پسند کرتے اور خود بھی ہر وقت فرش پر ہی بیٹھتے ہمیشہ اپنے دوست، احباب، متعلقین کے ہمراہ اکٹھے کھانا کھاتے۔

علماء کا خاص طور پر دلی احترام کرتے کوئی عالم دین یا کسی مدرسہ کا سفیر آتا تو امتیازی سلوک کرتے ابناء امیر شریعت جب بھی بستی میں تشریف لاتے خود چل کر حافظ محمد اسماعیل قمر کے ڈیرے پر ان سے ملنے جاتے اور علمی مسائل پر گفتگو فرماتے۔ حضرات شاہ صاحبان سے ایک وقت کے کھانے کا وقت لیتے اور خاص اہتمام کرتے۔

جب بھی کوئی عالم دین آپ کے ہاں آتا تو اس سے علیحدگی میں احوال دریافت کرتے اور ضیافت بھی کرتے مدارس کے سفیر لاتعداد آتے ہر ایک کو حصہ دیگر روانہ کرتے۔ سخاوت آپ کا طرۂ امتیاز تھا۔ بلا تخصیص عقیدہ ہر مکتبہ کے مدرسہ سے تعاون کرتے۔ ہمدردی یوں کہ غریب و بے سہارا کو آپ پر مان تھا۔ ملنسار یوں کہ ہر ادنیٰ و اعلیٰ کو احسن طریقہ سے ملتے۔ علمی ذوق حد درجہ کا تھا ہمہ وقت کوئی کتاب زیر مطالعہ رہتی مختلف کتب خانوں سے رابطہ رہتا تھا۔

تبلیغی جماعت کے سالانہ اجتماع پر عام آدمی کی طرح شرکت کرتے اور یہ سفر بھی عام جماعت کے ساتھ بس پر ہی کرتے ۱۹۹۱ء میں آپ تبلیغی اجتماع پر عازم سفر تھے تو آپ کے چچازاد بھائی مولوی محمد یعقوب جو ان دنوں بعارضہ کینسر بیمار تھے نے آپ کو نہ جانے کا کہا کہ اگر آپ چلے گئے اور میری موت واقع ہو گئی تو میرا جنازہ کون پڑھائے گا۔ آپ یہ سن کر اپنے بھائی سے علیحدہ ہو کر گڑگڑا کر روئے اور پھر کچھ دیر بعد بھائی کے ہاں جا کر انہیں تسلی دی اور استغفار، کلمے، اور ایمان کی شرطیں یاد کرائیں پھر بھائی سے اجازت لیکر اس سفر پر روانہ ہوئے۔ اللہ کا کرنا یوں ہوا کہ ۱۷ نومبر بروز اتوار دعا ہوئی۔ واپسی پر ساری رات سفر کر کے ۱۸ نومبر کی سحر کے وقت آپ گھر پہنچ رہے تھے کہ بھائی عازم سفر اخروی تھا۔ آپ نے بھائی کو اپنے ہاتھوں سے غسل دیا اور کفن پہنایا۔ تدفین کے وقت بھی آپ خود ہمت کر کے قبر میں اترے اور بھائی کو اپنے ہاتھوں ہی خاکی بستر پر سلایا۔ آپ کے تعلق داروں میں اگر کوئی شخص فوت ہوتا تو آپ خود اس کے غسل اور کفن کا اہتمام کرتے۔ ایک دفعہ ایک تعلق دار کا جوان بیٹا فوت ہو گیا آپکو جوں ہی اس کی وفات کا علم ہوا تو اپنی بستی سے دو آدمی ساتھ لے گئے کہ ان حضرات کو غسل کا صحیح طریقہ نہ آتا ہوگا۔ لہذا ہم خود ہی اس کو غسل دیں گے وہاں جانے پر معلوم ہوا کہ واقعی آپ کا گمان صحیح تھا۔

دنیاوی مصروفیات اور عوام کے فیصلے و مسائل آپکو چین سے نہ بیٹھنے دیتے۔ ہر وقت اپنے ڈیرے پر عوام کے مسائل سنتے اور فیصلے کرتے آپکی اکثر کوشش یہ ہوتی کہ لوگ تھانہ کچہری میں نہ الجھیں آپ کو عوام کے مسائل کے حل کے لئے سیاست میں دلچسپی لینا پڑی لہذا ۱۹۷۹ء میں ضلع کونسل کے الیکشن ہوئے تو آپ اپنے بھائی مولوی سلیم اللہ صاحب کو میدان میں لے آئے۔ مولوی سلیم اللہ صاحب کے مقابلہ میں سردار منہاج الدین خان مزاری آف کوٹ کرم خاں آئے۔ مولوی نعیم اللہ صاحب نے اپنی برادری کو اکٹھا کر کے مولوی سلیم اللہ صاحب کے حق میں فیصلہ کرایا۔ اور وہ الیکشن میں اچھی پوزیشن سے جیت گئے سردار منہاج الدین ہار گئے لیکن وسعت ظرفی کا ثبوت دیا کہ دوسرے روز خود چل کر مولوی سلیم اللہ صاحب اور مولوی نعیم اللہ صاحب کو مبارک باد دی اور بغل گیر ہوئے مولوی صاحبان نے بھی فراخدلی کا ثبوت دیا اور پچھلے سارے گلے شکوے ختم کر دیئے۔

آپکو شوگر کا موذی مرض لاحق ہوا ۱۹۸۹ء میں اس مرض کا شدید حملہ ہوا اور ٹانگ پر شوگر کا پھوڑا نمودار ہوا رحیم یار خان میں ڈاکٹر نیاز احمد صدیقی سے آپریشن کرایا اور تقریباً دو ماہ میں آپ کا زخم ٹھیک ہوا لیکن مرض اندر ہی اندر اپنا کام کرتا رہا اور آپ کا وجود کھوکھلا ہوتا گیا شوگر کی وجہ سے دونوں پاؤں کے انگوٹھے بھی پھٹ پڑے علاج کی کوئی کسر باقی نہ رکھی لیکن مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی والا معاملہ رہا۔

پھر گردے بھی خراب ہو گئے بہاولپور اور لاہور میں چیک کرایا اس کے ساتھ سانس کی تکلیف بھی لاحق ہو گئی اور نیند بھی اچاٹ ہونے لگی۔ آپ خود بھی سمجھ گئے تھے کہ اب زندگی کی کشتی ساحل سے لگنے کو ہے۔ ہر وقت اداس رہنے لگے اب کے جو چیک کرایا تو ڈاکٹر نے بتایا کہ آپ کے دل کا والو خراب ہو رہا ہے۔ جس سے دل کی حرکت بند ہو سکتی ہے بہتر یہ ہے کہ آپ چند روز کے لئے یہاں ہسپتال میں قیام کریں اس سے ہمہ وقت چیک اپ بھی ہوتا رہے گا۔ آپ کو یہ مشورہ پسند آیا ڈاکٹر کو کہا کہ ایک روز بعد آجاؤں گا آپ واپس گھر آ گئے۔

آٹھ بجے صبح آپ نے تیاری کا ارادہ کیا کپڑے منگوائے اور غسل کے ارادے سے چارپائی سے اٹھے چار

قدم چلے کہ فرشتہ اجل وقت کی انتظار میں تھا یکدم دل کا دورہ پڑا اور حرکت قلب بند ہو گئی احباب فوراً رحیم یار خاں لے گئے لیکن روح تو یہاں پر ہی پرواز کر گئی تھی۔ ڈاکٹر نے چیک کیا تو اس کے بھی آنسو نکل آئے۔
اناللہ وانا الیہ راجعون۔ آپ کے بھائی کی چیخیں نکل گئیں۔ تقدیر کے سامنے کسی کا بس نہیں چلتا اللہ تعالیٰ کا فیصلہ اٹل ہی ہوتا ہے جسد خاکی گھر لایا گیا تو ہر آنکھ اشکبار تھی۔
آپ کی موت کی خبر جس دیہات و قصبہ میں پہنچی وہاں کی مسجد میں جنازہ کا اعلان کردیا گیا۔ نماز جنازہ کا وقت شام چھے بجے تھا پانچ بجے تک ایک ہجوم جمع ہو گیا۔ پونے پانچ بجے آپ کا جنازہ گھر سے باہر صحن میں رکھ دیا گیا عوام زارو قطار رو کر اپنے محسن کا آخری دیدار کر رہے تھے۔ آخر بعد العصر ساڑھے چھ بجے مولوی سلیم اللہ صاحب کے ڈیرے کے دالان میں نماز جنازہ ادا کی گئی لوگ دیوانہ وار جنازہ میں شریک ہوئے آپ کو اپنے آبائی قبرستان میں لے جایا گیا اور آخری آرام گاہ خاکی بستر پر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے سلادیا گیا۔ آپ کے جنازہ میں علاقہ بھر کے مخادیم۔ زمینداران خصوصاً علماء کا حلقہ بہت زیادہ تھا آپ نے پانچ حج کیئے۔ پہلا حج ۱۹۶۹ء میں طالب علمی کے دور میں کیا اور غالباً سات عمرے ادا کیئے۔ آپ کے تین بیٹے غلام اللہ، عطاء اللہ، ضیاء اللہ اور سات بیٹیاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور حسنات قبول فرمائے۔ (آمین)

زبان خلق

بلوچستان میں قادیانی اور ذکری

محترم جناب سید محمد کفیل بخاری السلام علیکم ورحمۃ اللہ، مزاج گرامی

آپ کے مؤقر جریدے "نقیبِ ختمِ نبوت" مئی ۱۹۹۸ء کے شمارہ میں محترم عبداللہ صاحب کا فکر انگیز خط شائع ہوا جس کا عنوان ہے کہ "بلوچستان میں مرزائی سادہ مسلمانوں کو گمراہ کر رہے ہیں" غالباً یہ ان کی لاعلمی ہے، الحمدللہ تبلیغی جماعت بلوچستان میں نصرت دین کے لئے بھرپور انداز میں کام کر رہی ہے، بلوچستان میں عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوت مؤثر انداز میں ارتداد کی سرگرمیوں کو روکنے کے لئے کام کر رہی ہے، اللہ کے فضل سے بڑی کامیابی ہو رہی ہے۔ مرزائیوں کا بلوچستان کو صوبہ بنانے کا خواب خاک میں ملا اور بلوچستان مرزائیوں کا قبرستان ثابت ہو رہا ہے۔ بلوچستان کے کئی اضلاع میں مرزائیوں کا داخلہ قانونی طور پر ممنوع ہے۔ صوبہ میں قادیانیوں کی تعداد ڈیڑھ ہزار کے قریب ہے مکران ڈویژن میں چار پانچ گھرانے قادیانی ہیں اور وہ بھی سرکاری ملازم ہیں جن کا تعلق پنجاب سے ہے۔ بلوچستان کے مکران ڈویژن میں ذکری غیر مسلم اقلیت موجود ہے "تربت" میں "کوہ مراد" میں ان کا جعلی کعبۃ اللہ ہے جہاں وہ رمضان المبارک میں نقلی حج کرتے ہیں۔ مجلس تحفظ ختمِ نبوت کی مکران ڈویژن کے ہر ضلع میں شاخیں موجود ہیں۔ دعوت و تبلیغ کی وجہ سے ہزاروں ذکری بہ مشرف اسلام ہوئے اس میں تبلیغی جماعت کی محنت کو بڑا دخل ہے۔ ذکریوں کے عقائد گمراہ کن ہیں۔ وہ نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج کے منکر ہیں۔ مجلس نے ذکریوں کے بارے میں بڑی تعداد میں لٹریچر بھی شائع کیا ہے۔ جو ارسال خدمت ہے۔ اللہ تعالیٰ مجلس کی کوششوں کو بار آور لائے آمین

والسلام فیاض حسن سجاد

روزنامہ جنگ کوئٹہ